آل عمران : 2 - 1

سورۃ آل عمران کی فضیلت :

مسلم : - رسولؐ نے فرمایا : قرآن پڑھا کرو کیونکہ وہ قیامت کے دن اصحاب قرآن (حفظ و قراءت اور عمل کرنے والوں) کا سفارشی بن کر آئے گا۔ دو روشن چمکتی ہوئی سورتیں : البقرۃ اور آل عمران پڑھا کرو کیونکہ وہ قیامت کے دن اِس طرح آئیں گی جیسے وہ دو بادل یا دو سائبان ہوں یا جیسے وہ ایک سیدھ میں اُڑتے پرندوں کے جھنڈ ہوں۔ وہ اپنی صحبت میں رہنے (پڑھنے اور عمل کرنے) والوں کی طرف سے (مغفرت کے لیے) جھگڑا کریں گی...

مسلم : - نوّاسؓ بن سمعان کلابی کہتے ہیں کہ میں نے رسولؐ کو فرماتے ہوئے سنا : "قیامت کے دن قرآن اور قرآن والے ایسے لوگوں کو لایا جائے گا جو اُس پر عمل کرتے تھے۔ سورۃ البقرۃ اور سورۃ آل عمران اُس کے آگے آگے ہوں گی۔" رسولؐ نے اِن سورتوں کے لئے تین مثالیں دیں جن کو (سننے کے بعد) میں (آج تک) نہیں بھولا۔ آپؐ نے فرمایا : " جیسے وہ دو بادل ہیں یا دو کالے سائبان ہیں جن کے درمیان روشنی ہے جیسے وہ ایک سیدھ میں اُڑنے والے پرندوں کی دو ٹولیاں ہیں۔ وہ اپنے صاحب (صحبت میں رہنے والے) کی طرف سے مدافعت کریں گی۔

سورۃ آل عمران کا تعارف : -

یہ سورت مدنی ہے۔ اِس میں 20 رکوع اور 200 آیات ہیں۔ اِس سورت میں آل عمران کا ذکر ہے اس لیے اس سورت کا نام آل عمران ہے۔
آل عمران مریمؑ کا خاندان تھا۔ نسب مرد کی طرف سے چلتا ہے لیکن عیسیٰؑ کے باپ نہ تھے اس لیے اُن کی والدہ مریمؑ کی طرف عیسیٰؑ کو منسوب کیا گیا۔ [موسیٰؑ بھی آل عمران کے خاندان سے تھے] - اِس سورت کے اور بھی نام ہیں جیسے اَلزَّهْرَة
اِس سورت میں الگ الگ مضامین ہیں۔ اِس میں نصاریٰ کا ذکر ہے اور انھیں اسلام کی دعوت اِس سورت کا خاص موضوع ہے۔ اِس میں کئی دعائیں بھی ہیں۔ اِس کے علاوہ مسلمانوں کو اتحاد و اتفاق (Unity) کی تلقین کی گئی ہے۔ اِسی طرح جنگ احد کے چند واقعات اور اللہ کے راستے میں شہادت کا درجہ بیان ہوا ہے۔
اِس سورت کے آغاز سے لے کر اسی (83) آیات وفد نجران کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ یہ وفد 9 ہجری میں آیا تھا۔

رَبطِ آیات :

سورۃ الفاتحۃ جو پورے قرآن کا خلاصہ ہے اُس کے آخر میں صراط مستقیم کی ہدایت مانگی گئی تھی۔ اُس کے بعد سورۃ البقرۃ الم - ذٰلِكَ الْكِتٰبُ سے شروع کرکے گویا اس طرف اشارہ کردیا گیا کہ سورۃ الفاتحۃ میں جو سیدھے راستے کی دعا کی گئی ہے وہ اللہ تعالیٰ نے قبول کرکے یہ قرآن بھیج دیا جو صراط مستقیم کی ہدایت کرتا ہے۔ پھر سورۃ البقرۃ میں اکثر احکام شرعیہ کا مختصرًا اور تفصیلی بیان آیا، اور ساتھ ہی کفار کی مخالفت اور اُن سے مقابلے کا بھی ذکر آیا۔ آخر میں فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ پر دعا ختم ہوئی۔ یعنی کفار پر غلبہ پانے کی دعا کی گئی۔ اِس کی مناسبت سے سورۃ آل عمران میں عام طور پر کفار کے ساتھ معاملات اور ہاتھ اور زبان (مناظرہ) سے اُن کے مقابلے میں جہاد کا بیان ہے، جو گویا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ کی تشریح و تفصیل ہے۔

الٓمّٓ ①

یہ حروف مقطعات میں سے ہے۔ اِس کا مطلب اللہ ہی جانتا ہے۔
نبیؐ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے پھر بھی انھوں نے اِن حروف ہجی (Alphabets) کو صحیح پڑھ کر سنایا۔ یہ بہت ہی تعجب کی بات ہے۔ کیونکہ حروف ہجی وہی صحیح پڑھ سکتا ہے جس نے تعلیم حاصل کی ہو۔

اِس آیت کے بارے میں سورۃ البقرۃ کے آغاز میں ہم پڑھ چکے ہیں۔ اِس لیے اب دہرانے کی ضرورت نہیں۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ②

(اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے۔ وہ ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہر چیز کو قائم رکھنے والا ہے)

اِس کی تفسیر آیت الکرسی میں گزر چکی۔ اِس سورت میں عیسائیوں کو دعوت دینے پر زور دیا گیا ہے۔ چونکہ عیسائیوں کا عقیدہ تثلیث (Trinity) کا تھا تو شروعات میں ہی اعلان کے طور پر لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ کی تعلیم دی گئی۔ یہی تعلیم ہر نبی نے اپنی امت کو دی تھی لیکن لوگ اِس بنیادی تعلیم کو بھول گئے۔ اِسے صحیح سمجھ نہ پائے۔ خاص طور سے عیسائیوں کا عقیدہ اِس بارے میں یہودیوں سے بھی زیادہ خراب ہو گیا۔ بہرحال اِس آیت میں بطورِ خاص وفدِ نجران کو بتایا جارہا ہے لیکن بطورِ عام پوری دنیا کے لوگوں کے لیے یہ پیغام ہے۔

یہاں اللہ کی صفات کیوں آئی ہیں؟ اِس کی کچھ حکمتیں یہ سمجھ آتی ہیں :

(I) اَلْحَيُّ (ہمیشہ سے زندہ ہے) : عیسائیوں کے خیال میں عیسیٰؑ نعوذ باللہ الٰہ کے بیٹے تھے اور الٰہ کا ایک حصہ تھے اور لوگوں کے خاطر صلیب پر چڑھ کر اپنی جان دی۔ اس لیے بتایا گیا الٰہ ایسا نہیں ہوسکتا۔ الٰہ کبھی نہیں مرتا۔ وہ تو ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔

القیوم (ساری کائنات کو قائم رکھنے والا، محافظ اور نگران، ساری کائنات اُس کی محتاج ہے وہ کسی کا محتاج نہیں) : یہ صفت لا کر عیسائیوں کے اُن عقائد کی تردید کی گئی جس کے مطابق بیٹا باپ کے بغیر تنہا الٰہ نہیں اِسی طرح باپ بغیر بیٹے کے تنہا الٰہ نہیں۔ اِس کا آسان معنی یہ ہے کہ نعوذ باللہ الٰہ کو بیٹے (کے سہارے) کی ضرورت ہے اور بیٹے کو الٰہ کی۔ اِس لیے یہ صفت لا کر بتایا گیا کہ الٰہ تو خود قائم ہے اور پوری کائنات کو بھی قائم کرتا ہے۔ اُسے کسی کے سہارے کی ضرورت نہیں۔
عیسیٰؑ اللہ کی مخلوق ہیں۔ وہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے اور اُن کی پیدائش کا زمانہ بھی کائنات کے پیدا ہونے سے بہت بعد کا ہے۔ پھر اُن پر موت بھی آئے گی اور عیسائیوں کے خود قول کے مطابق عیسیٰؑ صلیب پر چڑھے اور انھیں موت بھی آئی۔ اگرچہ اُن کا یہ عقیدہ صحیح نہیں لیکن اُنہی کی بات میں انھیں سمجھانا مقصود ہے کہ وہ تو ہمیشہ زندہ نہیں رہ سکتے۔ صحیح بات یہ ہے کہ ایک وقت آئے گا جب انھیں بھی موت آئیگی۔ تو جب نہ اُن کی حیات ہمیشہ، نہ انھیں قیومیت حاصل تو وہ اللہ یا اللہ کا بیٹا کیسے بن گئے۔

(II) دوسری حکمت یہ پتہ چلتی ہے کہ اگلی آیت میں قرآن اور پچھلی کتابوں کی بھی بات کی گئی جو اللہ نے ہی لوگوں کی ہدایت کے لیے نازل کی تھی۔ جب تورات اور پچھلی کتابیں نازل ہوئی تھیں اُس وقت عیسیٰؑ پیدا نہیں ہوئے تھے اور قرآن نازل ہونے سے پہلے انھیں اوپر اٹھا لیا گیا تھا اور تمہارے خیال میں وہ فوت ہو گئے تھے۔ اس لیے جو الحی (ہمیشہ زندہ) ہے وہ ہی پچھلی اور اگلی آخری کتاب بھیج سکتا ہے۔ اور القیوم ہی سب کو قائم رکھتا ہے اس لیے وہ جن کتابوں کو قائم رکھنا چاہتا ہے اُسے ہدایت کے لیے قائم رکھتا ہے (یعنی قرآن) اور جن کتابوں کو قائم نہیں رکھنا چاہتا انھیں منسوخ کر دیتا ہے (یعنی پہلی تمام آسمانی کتابیں)۔ الحی القیوم ہی تمام باتوں کا فیصلہ حکمت کے ساتھ کرتا ہے۔

تمہارے مطابق عیسیٰؑ جنھیں تم الٰہ مانتے ہو تمہارے خیال سے وہ تین دنوں تک سولی پر موت کی حالت میں رہے تو اُس وقت دنیا کا نظام کون قائم کر رہا تھا؟
یہ دونوں صفات ایسے ہی نہیں لائے گئے بلکہ اِن کا ربط کئی باتوں سے ہیں۔ سبحان اللہ

اِن دو صفات (اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ) کے بارے میں آتا ہے :

ابن ماجہ : - قاسم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم جس کے ذریعہ اگر دعا کی جائے تو قبول ہوتی ہے تین سورتوں میں ہے : سورۃ البقرۃ، سورۃ آل عمران اور سورۃ طٰہٰ۔

ترمذی (حسن) : - انسؓ بن مالک کہتے ہیں کہ نبیؐ کو جب کوئی کام سخت تکلیف و پریشانی میں ڈال دیتا تو آپؐ یہ دعا پڑھتے : -

يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ

[اے ہمیشہ سے زندہ ذات! اے ہر چیز کو قائم رکھنے والی ذات! میں تجھ سے تیری ہی رحمت کا واسطہ دے کر مدد چاہتا ہوں]۔